آبِ حیات

ابداً ابدا

(انیسویں قسط)

رئیسہ نے پوچھا جانے والا لفظ بے حد غور سے سُنا تھا، وہ لفظ غیر مانوس نہیں تھا، وہ اُن ہی الفاظ میں شامل تھا جس کی اُس نے تیاری کی تھی۔
"Crustaceology" اُس نے زیرِ لب اُس لفظ کو دہرایا پھر بنا آواز اُس کے ہجے کیے اور پھر بالآخر اُس نے اُس لفظ کو spell کرنا شروع کیا تھا۔
"c-r-u-s-t-a-c-o-l-o-g-y" رئیسہ نے بے یقینی کے عالم میں اُس گھنٹی کو سُنا تھا جو لفظ غلط ہونے پر بجی تھی، اُس کا رنگ فق ہوا تھا لیکن اُس سے زیادہ finalists میں شامل حمین سکندر کا جسے اُس کے spellings کے دوران ہی اندازہ ہو گیا تھا اُس نے کیا miss کیا تھا......
ہال میں بیٹھے امامہ اور سالار جبریل اور عنایہ کے ساتھ عجیب سی کیفیت میں بیٹھے تھے۔ یہ غیر متوقع نہیں تھا وہ اس کی توقع بہت پہلے سے کر رہی تھی رئیسہ کا فائنل راؤنڈ تک پہنچنا بھی اُن کے لیے ناقابلِ یقین ہی تھا، اُس نے اپنی صلاحیتوں سے بڑھ کر پرفارمنس دکھائی تھی......لیکن کسی بھی راؤنڈ پر اُس کے باہر ہونے کا خدشہ دل میں لے کر بیٹھے رہنے کے باوجود جب اُن کے خدشات حقیقت کا روپ دھار رہے تھے تو انہیں تکلیف ہو رہی تھی۔ وہ ابھی مقابلے سے باہر نہیں ہوئی تھی واپس آ سکتی تھی مگر وہ پہلا مُکا تھا جو رئیسہ نے سیدھا منہ پر کھایا تھا اور اب اُس کے اثرات سے باہر نکلنے کے لیے اُسے کچھ وقت چاہیے تھا۔
حمین اُس سے کچھ کُرسیوں کے فاصلے پر تھا اُن دونوں کے درمیان کچھ اور فائنلسٹس تھے لیکن اس کے باوجود اُس نے اٹھ کر رئیسہ کی کُرسی پر آ کر اس کا کندھا تھپکا تھا، اُسے cheer up کرنے کی کوشش کی تھی۔
"مجھے spellings آتے تھے۔" رئیسہ نے بے حد مدھم اور بے حد کمزور آواز میں جیسے حمین کو explanation دی تھی اور ایک جملے سے زیادہ وہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی، اسے پتہ تھا...... کسی وضاحت کا فائدہ نہیں تھا، وہ جب واپس آ کر بیٹھی تھی تو اُس میں اتنی ہمت نہیں رہی تھی کہ وہ دوسرے فائنلسٹس کے ساتھ بیٹھے اپنے ماں باپ اور بہن بھائی کو نظر اُٹھا کر دیکھ سکتی۔ یہ احساس رکھنے کے باوجود کہ وہ اس وقت بیک وقت اسے ہی دیکھ رہے ہوں گے۔
"یہ ایک کھیل ہے رئیسہ اور اسے کھیل کی spirit کی طرح لیتا ہے۔" مقابلے سے ایک دن پہلے سالار نے اُسے سمجھایا تھا۔ وہ جیسے ذہنی طور پر اُسے "گرنے" کے لیے نہیں، گر کر اُٹھنے کے لیے تیار کر رہا تھا۔ رئیسہ نے ہمیشہ کی طرح بے حد توجہ سے باپ کی بات سُنی تھی...... لیکن جو بھی تھا وہ آٹھ سال کی بچی تھی جس کے تین بہن بھائی وہ ٹرافی جیت چکے تھے جسے جیتنے کے لیے وہ اب کوئی تھی اُسے توقع تھی وہ بھی "جیت" جائے گی۔ آٹھ سال کی عمر میں یہ سمجھ نہیں آتا کہ ہار اور جیت ہوتی کیوں ہے...... وہ جبریل، عنایہ اور حمین نہیں تھی کہ غیر معمولی ذہانت رکھتی

اور غیر معمولی انداز میں صورت حال کا تجزیہ کر لیتی وہ "عام" بچوں کی طرح تھی اور اُسے لگتا تھا اگر دوسرے آسمان سے تارے توڑ کر لا سکتے ہیں تو وہ بھی لا سکتی ہے اُسے "اپنا" اور "دوسروں" کا فرق سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

حمین سکندر اب سٹیج پر اپنے پہلے لفظ کے لیے کھڑا تھا اور اُس کا استقبال تالیوں کے سات ہوا تھا، وہ اگر پچھلے سال کا darling of the crowd تھا تو اُس سال بھی وہ hot favorite کے طور پر مقابلے میں کھڑا تھا...... پچھلے سارے راؤنڈز میں اُس نے مشکل ترین الفاظ کو حلوے کی طرح بوجھا تھا اور اُس سے ایسی ہی توقع اس راؤنڈ میں بھی کی جا رہی تھی۔ وہ پچھلے سال کا چیمپئن تھا اپنے ٹائٹل کا دفاع کر رہا تھا اور فائنلسٹس کی نظروں میں اُس کے لیے احترام نہیں awe تھی "vignette" اس کا لفظ بولا جا رہا تھا...... وہ حمین سکندر کے لیے ایک اور "حلوہ" تھا وہ اس سے زیادہ tricky اور لمبے الفاظ کو spell کر چکا تھا۔ رئیسہ نے بھی زیر لب کئی دوسرے فائنلسٹس کی طرح وہ لفظ ہجوں کی طرح درست طور پر ادا کیا۔

"v-i-g-n-e-t-t-" رئیسہ نے سٹیج پر کھڑے حمین کو رُکتے دیکھا۔ اُس کا خیال تھا وہ آخری حرف سے پہلے سوچنے کے لیے رُکا تھا اور یہ صرف اُسی کا نہیں جینل کا بھی خیال تھا جو فائنلسٹس کے لیے الفاظ بول رہے تھے۔ سب جیسے اُسے سوچنے کے لیے ٹائم دے رہے تھے...... حمین نے ایک لمحہ رکنے کے بعد اُس لفظ کو اُن spelling کے ساتھ اُسی طرح ادا کیا۔ بیل بجی...... ہال میں پہلے سکتہ ہوا پھر سرگوشیاں اُبھریں۔ پھر پروناؤنسر نے صحیح spelling ادا کیے...... حمین نے سر جھکا کر جیسے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور اپنی کرسی کی طرف چلنا شروع کر دیا...... وہ اُس مقابلے کا پہلا اپ سیٹ تھا...... پچھلے سال کا چیمپئن اپنے پہلے ہی لفظ کو spell کرنے میں ناکام رہا تھا۔

ہال میں بیٹھے سالار، امامہ، جبریل اور عنایہ بیک وقت اطمینان اور پریشانی کی ایک عجیب کیفیت سے گزرے تھے، وہ ایک ہی راؤنڈ میں رئیسہ کی ناکامی دیکھ کر حمین کی کامیابی پر تالیاں نہیں بجانا چاہتے تھے اور انہیں یہ بجانی بھی نہیں پڑی تھیں۔ لیکن حمین سے لفظ نہ بوجھ پانا غیر متوقع تھا...... غیر متوقع سے زیادہ یہ صورت حال ان کے لیے غیر یقینی تھی۔ لیکن انہیں یہ اندازہ نہیں تھا اُس دن انہیں وہاں بیٹھے مقابلے کے آخر تک اسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑے گا۔

رئیسہ اگلے دو لفظ بھی نہیں بوجھ سکی تھی اور حمین سکندر بھی...... وہ دونوں فائنل کے مقابلے کے ابتدائی مرحلے میں ہی مقابلے سے آؤٹ ہو گئے تھے۔

رئیسہ کی یہ پرفارمنس غیر متوقع نہیں تھی لیکن حمین سکندر کی ایسی پرفارمنس اُس رات ایک بریکنگ نیوز تھی...... پچھلے سال کا چیمپئن مقابلے سے آؤٹ ہو گیا تھا اور حمین سکندر کے چہرے کا اطمینان ویسے کا ویسا تھا۔ یوں جیسے اُسے فرق ہی نہیں پڑا ہو۔ رئیسہ کے پیچھے پیچھے وہ بھی مقابلے سے آؤٹ ہونے کے بعد اپنے ماں باپ کے پاس آ کر بیٹھ گئے تھے، دونوں نے اُن دونوں کو تھپکا تھا...... تسلی دی تھی...... یہی کام جبریل اور عنایہ نے بھی کیا تھا۔ "Well played" انہوں نے اپنے چھوٹے بہن بھائی کا حوصلہ بندھایا تھا۔ اُن دونوں نے خود پہلے سال کے بعد دوبارہ Spelling bee کے مقابلے میں حصہ لے کر اپنا ٹائٹل defend نہیں کیا تھا اس لیے آج ٹائٹل کھو دینے کی حمین کی کیفیت سے نہ گزرنے کے باوجود وہ اُسے تسلی دے رہے تھے...... رئیسہ یک دم ہی جیسے بیک گراؤنڈ میں چلی گئی تھی۔ وہ خاموشی سے یہ سب کچھ

بیٹھی دیکھتی رہی تھی۔

اُن لوگوں نے اُس سال کے نئے چیمپئن کو بھی دیکھا تھا اور اُن انعامات کے ڈھیر کو بھی جو اس سال اُس پر نچھاور کیے جا رہے تھے اور پچھلے سال وہ حمین سکندر گھر لایا تھا...... رئیسہ کا غم جیسے کچھ اور بڑھا تھا...... وہ سالار سکندر کے خاندان کا نام روشن نہیں کر سکی تھی جیسے اس کے بڑے بہن بھائی کرتے تھے...... وہ اُن جیسی نہیں تھی...... وہ پہلا موقع تھا جب رئیسہ کو احساس کمتری ہوا تھا اور شدید قسم کا...... آٹھ سال کی عمر میں بھی وہ یہ جانتی تھی کہ وہ adopted تھی...... سالار سکندر کے ایک دوست اور اُس کی بیوی کے ایک حادثے میں مارے جانے کے بعد سالار اور امامہ نے اُسے گود لیا تھا...... یہ وہ بیک گراؤنڈ تھا جو رئیسہ سالار کو دیا گیا تھا اور اس چیز نے اُسے کبھی پریشان نہیں کیا تھا نہ ان سوالوں پر اُس نے غور کیا تھا، وہ ایک ایسے ملک اور معاشرے میں پرورش پا رہی تھی، جہاں اُس کے سکول میں ہر تیسرا چوتھا بچہ adopted ہوتا تھا یا سنگل پیرنٹ کی اولاد تھا...... معاشرہ اسے complexed نہیں کر سکا تھا...... اور گھر میں غیریت کا احساس اُسے کبھی ہوا ہی نہیں تھا۔

مگر وہ پہلا موقع تھا جب رئیسہ نے اپنے آپ کو اُن سب سے کمتر سمجھا تھا...... وہ سب اُس سے بہتر شکل و صورت کے تھے، اُس سے بہترین ذہنی صلاحیتیں رکھتے تھے...... وہ کسی بھی طرح اُن کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتی تھی لیکن وہ اُن کی طرح دنیا کے ساتھ بھی مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ اُن کے گھر میں لانے والی ٹرافیز، میڈلز، سرٹیفکیٹس اور نیک نامی میں اُس کا بہت تھوڑا حصہ تھا...... یہ اُسے پہلے بھی محسوس ہوتا تھا لیکن آج وہ پہلی بار رنجیدہ ہوئی تھی اور اُس رنجیدگی میں اس نے حمین سکندر کی ناکامی کے بارے میں غور نہیں کیا تھا، نہ ہی اُس نے گاڑی میں ہونے والی گفتگو پر غور کیا تھا جو واپس گھر جاتے ہوئے ہو رہی تھی۔

"You are sad?" یہ حمین کی سرگوشی تھی جو اُس نے گاڑی میں سب کی ہونے والی گفتگو کے درمیان رئیسہ کے کان میں کی تھی۔ "No" رئیسہ نے اُسی انداز میں جواب دیا۔ "I know you are" حمین نے ایک اور سرگوشی کی۔ رئیسہ کو پتہ تھا وہ اُس کے جھوٹ کو سچ نہیں مانے گا۔ "You can win it next year" اُس نے جیسے رئیسہ کو ایک آس دلائی۔ "I know...... لیکن اگلا سال بہت دور ہے۔" اُس نے مدھم آواز میں کہا۔ حمین نے اُس کی کمر میں گدگدی کرنے کی کوشش کی، وہ سکڑ کر پیچھے ہٹی، اُسے ہنسی نہیں آئی تھی اور وہ ہنسنا چاہتی بھی نہیں تھی۔

"میں بھی تو ہارا ہوں۔" حمین کو اس کے موڈ کا اندازہ ہو گیا تھا۔ "تم جیتے بھی تو تھے نا!" اُس نے جواباً کہا چند لمحوں کے لیے حمین سے جیسے کوئی جواب نہیں بن پڑا پھر اُس نے کہا "Well that was just a coincidence" اُس نے جیسے اپنا ہی مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ رئیسہ جواب دینے کے بجائے گاڑی کی کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی، یہ جیسے اعلان تھا کہ وہ اس موضوع پر مزید بات نہیں کرنا چاہتی۔

ایرک اُن کے گھر کے باہر ٹہل رہا تھا جب وہ لوگ واپس گھر پہنچے تھے۔ گاڑی سے باہر نکلتے ہی جبریل نے اُس سے کہا تھا "ایرک تمہیں اس وقت یہاں نہیں ہونا چاہیے۔" رات واقعی خاصی ڈھل چکی تھی۔ "مجھے نیند نہیں آ رہی تھی اور پھر میں حمین سے افسوس بھی کرنا چاہتا

تھا...... ٹائٹل گنوانے کے لیے' ایرک نے جبریل کی بات کے جواب میں کہا۔ "آپ نے ہی تو کہا ہے کہ ہمیں ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونا چاہیے اور ہمدردی کرنی چاہیے۔" اس نے جیسے جبریل کو وضاحت دی۔ حمین جیسے اپنی آنکھیں گھما کر رہ گیا تھا۔ "اب اس میں ہمدردی والی کیا بات ہے...... It's Ok......" اس نے ایرک سے کہا جو اس سے ہاتھ ملا کر اسے تھپک رہا تھا۔

"Well played Raeesa" ایرک نے رئیسہ سے کہا، اس نے اس کی طرف ہاتھ بڑھانے کی کوشش نہیں کی تھی، رئیسہ کے چہرے پر جیسے ایک اور رنگ آ کر گزر را تھا۔ "ویسے وہ لفظ بہت آسان تھے جو تمہیں spell کرنے تھے میں حیران ہوں تمہیں کیسے وہ لفظ نہیں آئے۔" رئیسہ سے رسمی جملوں کے تبادلے کے بعد ایرک ایک بار پھر حمین سے مخاطب ہوا تھا، باقی سب لوگ گھر کے اندر جا چکے تھے، صرف وہ، حمین اور رئیسہ ہی باہر تھے۔

"اگلی بار تم spelling bee میں حصہ لے لینا اگر تمہیں وہ لفظ اتنے ہی آسان لگے ہیں تو۔" حمین نے اسے ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا۔ ایرک نے یقیناً TV Live Coverage دیکھی تھی۔

"Not a bad idea" ایرک نے اندر جاتے ہوئے حمین اور رئیسہ کے تعاقب میں tease کرنے والے انداز میں کہا۔ حمین اور اس کے درمیان اکثر نوک جھونک ہوتی رہتی تھی۔ "Best of luck" حمین نے بھی دروازہ کھول کر اندر جانے سے پہلے لحظہ بھر کے لیے پلٹ کر کہا، یہ ممکن نہیں تھا وہ ایرک کو جواب دیے بغیر چلا جاتا۔

⁂ ⁂ ⁂

"رئیسہ بہت اپ سیٹ ہے" اس رات سالار نے امامہ سے سونے سے پہلے کہا تھا۔ "میں جانتی ہوں اور میں اسی لیے نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس مقابلے میں حصہ لیتی جن میں وہ تینوں ٹرافیز جیت چکے تھے لیکن تم نے منع نہیں کیا اسے۔" امامہ نے جواباً اس سے کہا تھا۔

"میں کیسے اسے منع کرتا؟ یہ کہتا کہ تم نہیں جیت سکتی اس لیے مت حصہ لو...... اور پھر وہ فائنل راؤنڈ تک پہنچی...... بہت اچھا کھیلی ہے...... یہ زیادہ اہم چیز ہے۔" سالار نے اپنے ہاتھ سے گھڑی اتارتے ہوئے بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی۔

"وہ بہت سمجھدار ہے ایک دو دن تک ٹھیک ہو جائے گی جب میں اسے سمجھاؤں گی کہ حمین بھی تو ہارا ہے لیکن اسے پروا تک نہیں...... اسے اپنے سے زیادہ فکر رئیسہ ہی کی تھی۔" امامہ نے کہا، وہ ایک کتاب کے چند آخری رہ جانے والے صفحے پلٹ رہی تھی۔

"اسے فکر کیوں ہوگی؟ وہ تو اپنی مرضی سے ہارا ہے۔" سالار نے بے حد اطمینان سے کہا۔ صفحے پلٹتی امامہ ٹھٹھک گئی۔ "کیا مطلب ہے تمہارا؟" سالار نے گردن موڑ کر اسے دیکھا اور مسکرایا۔ "تمہیں اندازہ نہیں ہوا؟" "کس بات کا؟ کہ وہ جان بوجھ کر ہارا ہے......؟ ایسا نہیں ہو سکتا" امامہ نے خود سوال پوچھا خود جواب دیا پھر خود جواب کی تردید کی۔

"تم پوچھ لینا اس سے کہ ایسا ہو سکتا ہے یا نہیں۔" سالار نے بحث کیے بغیر اس سے کہا وہ اب سونے کے لیے لیٹ گیا تھا۔ امامہ ہکا بکا اس کا چہرہ دیکھتی رہی، پھر جیسے اس نے جھلا کر کہا۔

"تم باپ بیٹا بہت عجیب ہو...... بلکہ عجیب ایک مہذب لفظ ہے۔"

"تم جبریل کو minus کیوں کر جاتی ہو ہر بار؟" سالار نے tease کرنے والے انداز میں آنکھیں کھول کر اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"شکر ہے وہ جمین اور تمہاری طرح نہیں ہے..... لیکن میری سمجھ میں نہیں آ رہا جمین...... وہ کیوں اس طرح کرے گا؟" وہ اب بھی الجھی ہوئی تھی۔

"پوچھ لینا اُس سے کہ اُس نے ایسا کیوں کیا ہے..... اس میں اتنا پریشان ہونے والی کیا بات ہے؟ یہ کوئی فلاسفی کا سوال تو ہے نہیں کہ جواب نہیں مل سکتا۔"

سالار نے اب بھی اطمینان سے ہی کہا تھا۔ "جب تم نے یہ راز کھول دیا ہے تو یہ بھی بتا دو کہ کیوں کیا ہے اُس نے یہ سب؟" امامہ کرید ے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔

"رئیسہ کے لیے۔" سالار نے جواباً اس سے کہا تھا۔ "And I am very proud of him" اُس نے آنکھیں بند کر کے کروٹ لی اور سائیڈ ٹیبل لیمپ آف کر دیا۔ وہ اندھیرے میں اُس کی پشت کو گھورکر رہ گئی تھی۔ وہ غلط نہیں کہتی تھی وہ دونوں باپ بیٹا ہی عجیب تھے، بلکہ عجیب ایک مہذب لفظ تھا ان کے لیے۔

***

"رئیسہ تم سو کیوں نہیں رہی؟" عنایہ نے اسے ایک کتاب کھولے سٹڈی ٹیبل پر بیٹھے دیکھ کر پوچھا تھا۔

"میں وہ words دیکھنا چاہتی ہوں اور یاد کرنا چاہتی ہوں جو مجھے نہیں آئے۔" اُس نے مڑے بغیر اور عنایہ کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔

عنایہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔ انہیں ابھی گھر واپس آئے ایک گھنٹہ ہی ہوا ہوگا اور وہ ایک بار پھر سے championship words لے کر بیٹھ گئی تھی وہ عنایہ کے کمرے میں ہی سوتی تھی اور جبریل کے گھر سے جانے کے بعد سٹڈیز میں help کی بنیادی ذمہ داری اب عنایہ پر ہی آ گئی تھی۔

"تم نے پہلے ہی بہت محنت کی ہے رئیسہ you were just unlucky" عنایہ کو اندازہ نہیں ہوا وہ اُسے تسلی دینے کے لئے جن الفاظ کا انتخاب کر رہی تھی وہ بڑے غلط تھے۔ وہ الفاظ رئیسہ کے جیسے دماغ میں کھب گئے تھے۔

"اب سو جاؤ..... There's always a next time" عنایہ نے کسی بڑے کی طرح اُس کی پشت کو تھپکا تھا۔

"I can't sleep" مدہم آواز میں رئیسہ نے جیسے عنایہ سے کہا وہ ابھی تک ویسے ہی بیٹھی تھی عنایہ کی طرف پشت کیے..... کتاب سٹڈی ٹیبل پر کھول کر لگائے جہاں ایک صفحہ پر وہ لفظ چمک رہا تھا جس کو spell نہ کر سکنے کی وجہ سے وہ مقابلے سے آؤٹ ہوئی تھی۔ عنایہ کو یوں لگا جیسے رئیسہ کی آواز بھرّائی ہوئی تھی۔ اُسے لگا اُسے غلط فہمی ہوئی تھی لیکن وہ غلط فہمی نہیں تھی، رئیسہ نے کتاب بند کر کے ٹیبل پر رکھی اور پھر وہاں سے اٹھ کر وہ بستر پر آئی اور اوندھے منہ لیٹ کر اُس نے بلک بلک کر رونا شروع کر دیا۔

"رئیسہ...... رئیسہ...... پلیز" عنایہ خود بھی روہانسی ہو گئی تھی، رئیسہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر رونے والی بچی نہیں تھی اور وہ مقابلے میں ہارنے کے بعد سٹیج سے ہٹنے پر بھی دوسروں کی طرح نہیں روئی تھی، پھر اب اس وقت...... اسے یہ اندازہ نہیں ہوا تھا کہ رئیسہ خود کو 'unlucky' ہونے

پر رو رہی تھی

~~~~~~~~

"تم کیا کر رہے ہو اس وقت؟" امامہ لاؤنج میں ہونے والی کھڑکھڑاہٹوں کو سن کر رات کے اُس وقت باہر نکل آئی تھی، وہ اُس وقت تہجد کے لیے اٹھی تھی جبریل اس ویک اینڈ پر گھر آیا ہوا تھا اور کئی بار وہ بھی رات کے اس پہر پڑھنے کے لیے جاگتا اور پھر کچھ نہ کچھ کھانے کے لیے کچن جاتا۔ مگر اس بار اُس کا سامنا حمین سے ہوا تھا۔ وہ کچن کاؤنٹر کے سامنے پڑی ایک سٹول پر بیٹھا سلیپنگ سوٹ میں ملبوس آئس کریم کا ایک لیٹر والا کین کھولے اُسی میں سے آئس کریم کھانے میں لگا ہوا تھا۔

امامہ کو سوال کرنے کے ساتھ ہی جواب مل گیا تھا اور اُس نے اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی بے حد خفگی کے عالم میں کاؤنٹر کے سامنے آتے ہوئے اُس سے کہا۔

"حمین یہ وقت ہے آئس کریم کھانے کا اور وہ بھی اس طرح؟" اُس کا اشارہ اُس کے کین کے اندر ہی آئس کریم کھانے کی طرف تھا۔

"میں نے صرف ایک سکوپ کھائی تھی" وہ ماں کے یک دم نمودار ہونے اور اپنے اس طرح پکڑے جانے پر گڑبڑایا تھا۔

"لیکن یہ کھانے کا کوئی وقت نہیں ہے۔" امامہ نے اُس کے ہاتھ سے چیچ کھینچ لیا اور ڈھکن سے کین بند کرنے لگی۔

"ابھی تو واقعی ایک چیچ ہی کھائی ہے میں نے۔" وہ بے اختیار کراہا۔ "دانت صاف کر کے سونا۔" امامہ نے اُس کے جملے کو نظر انداز کرتے ہوئے کین کو واپس فریزر میں رکھ دیا۔ حمین جیسے احتجاجاً اسی انداز میں سٹول پر بیٹھا رہا۔

"ایک تو میں آج ہارا اور میں نے اپنا ٹائٹل کھو دیا...... دوسرا آپ مجھے آئس کریم کے دو سکوپس تک نہیں لینے دے رہیں۔" اس نے جیسے ماں سے احتجاجاً کہا۔ وہ چند لمحوں کے لیے کاؤنٹر کے دوسری طرف کھڑی اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اُسے دیکھتی رہی پھر اُس نے مدہم آواز میں کہا۔

"ٹائٹل تم نے اپنی مرضی سے کھویا ہے تمہاری اپنی چوائس تھی یہ۔" حمین کو جیسے کرنٹ لگا تھا وہ ماں کو دیکھتا رہا پھر اُس نے کہا "Who told you that?"

"یہ ضروری نہیں۔" امامہ نے کہا۔ "Alright...... مجھے پتہ ہے۔" اُس نے ماں سے نظریں ملائے بغیر کہا۔

"کس نے؟" امامہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکی۔

"بابا نے۔" اس کا جواب کھٹاک سے آیا تھا، وہ دونوں باپ بیٹا ایک دوسرے کو ہاتھ کی پشت کی طرح جانتے تھے۔

"بہت غلط کام تھا...... تمہیں یہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔" امامہ نے جیسے اسے ملامت کرنے کی کوشش کی۔ "تم نے یہ کیوں کیا؟" امامہ کو پوچھنا پڑا۔ "آپ جانتی ہیں ممی" وہ سٹول سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ "رئیسہ کے لیے؟" امامہ نے وہ جواب دیا جس کی طرف اُس نے اشارہ کیا تھا۔ "فیملی کے لیے......" جواب کھٹاک سے آیا تھا۔ "آپ نے سکھایا تھا اپنے بہن بھائیوں سے مقابلہ نہیں ہوتا...... میں جیت جاتا تو اُسے ہرا کے ہی جیتتا نا...... اُسے بہت دکھ ہوتا۔" امامہ بول نہیں سکی۔ وہ دس سال کا تھا لیکن بعض دفعہ 100 سال کی عمر والوں جیسی باتیں

~~~~~~~~

کرتا تھا، اُسے سمجھ نہیں آئی وہ اُس سے کیا کہتی۔ ڈانٹتی؟ داد دیتی؟ نصیحت کرتی؟ حمین سکندر لاجواب نہیں کرتا تھا، بے بس کر دیتا تھا۔

"Goodnight" وہ اب وہاں سے چلا گیا تھا۔ امامہ اُسے جاتا ہوا دیکھتی رہی۔ اُن سب کا اُس کے بارے میں یہ خیال تھا کہ حمین صرف اپنے بارے میں سوچتا تھا...... وہ لاپرواہ تھا...... حساس نہیں تھا نہ ہی وہ دوسروں کا زیادہ احساس کرتا تھا۔

بڑوں کے بعض خیالات اور بعض اندازے بچے بڑے غلط موقع پر غلط ثابت کرتے ہیں۔ امامہ چپ چاپ کھڑی اُسے جاتا دیکھتی رہی۔ سالار نے ٹھیک کہا تھا۔ اسے اپنی اولاد پر فخر ہوا تھا۔

"بابا آپ رئیسہ سے بات کر سکتے ہیں؟" عنایہ نے ایک دو دن بعد سالار سے کہا وہ اس وقت ابھی آفس سے واپس آیا تھا اور کچھ دیر میں اُسے پھر کہیں جانے کے لیے نکلنا تھا۔ جب عنایہ اس کے پاس آ گئی تھی اور اُس نے بنا تمہید اس سے کہا تھا۔

"کس بارے میں؟" سالار نے جیسے کچھ حیران ہو کر پوچھا فوری طور پر اُس کے ذہن میں ایسی کوئی بات نہیں آئی تھی جس پر اُسے رئیسہ سے بات کرنی پڑتی۔

"وہ اپ سیٹ ہے...... وہ spelling bee کی وجہ سے" عنایہ نے اُس کو بتانا شروع کیا۔ "میں اس کو سمجھا رہی ہوں لیکن مجھے لگتا ہے میری بات اسے سمجھ نہیں آ رہی۔ وہ دوبارہ spelling bee میں حصہ لینا چاہتی ہے اور وہ ہر روز رات کو بیٹھ کر تیاری کرتی ہے اور مجھے بھی کہتی ہے کہ میں اُس کی تیاری کرواؤں۔" عنایہ اب اُسے تفصیل سے مسئلہ سمجھا رہی تھی۔ "پہلے تو حمین تیاری کروا رہا تھا اُسے۔" سالار کو یاد آیا۔ "ہاں حمین اور میں نے دونوں نے کروائی تھی لیکن اب وہ حمین سے کچھ بھی سیکھنا نہیں چاہتی وہ مجھ سے کہتی ہے کہ میں اُسے تیاری کرواؤں I don't mind doing that...... لیکن مجھے نہیں پتہ کہ اسے دوبارہ حصہ لینا چاہیے یا نہیں...... پھر ابھی تو ایک سال پڑا ہے اس مقابلے میں...... اسے اپنی سٹڈیز پر زیادہ دھیان دینا چاہیے۔" عنایہ جیسے لہجے میں باپ کو سب بتاتی گئی تھی۔ سالار کو غلطی کا احساس ہوا انہیں رئیسہ سے فوری طور پر بات کرنی چاہیے تھی یہ اُن کی غلط فہمی تھی کہ وہ ایک آدھ دن میں ٹھیک ہو جاتی۔

"اُسے بھیجو۔" اُس نے عنایہ سے کہا، وہ چلی گئی۔ سالار نے اپنی گھڑی دیکھی اُس کے پاس 20 منٹ تھے گھر سے نکلنے کے لیے۔ وہ کپڑے پہلے ہی تبدیل کر چکا تھا اور اب کچھ فائلز دیکھ رہا تھا۔ رئیسہ اور عنایہ امامہ کی نسبت اُس سے زیادہ قریب تھیں۔ اُنہیں جو بھی اہم بات کرنی ہوتی تھی وہ امامہ سے بھی پہلے سالار سے کرتی تھیں۔

"بابا" دروازے پر دستک دے کر رئیسہ اندر داخل ہوئی تھی۔ "آؤ بیٹا" صوفے پر بیٹھے ہوئے سالار نے استقبالیہ انداز میں اپنا ایک بازو پھیلایا تھا، وہ اُس کے قریب صوفہ پر آ کر بیٹھ گئی سالار نے اُسے صوفہ سے اُٹھا کر سامنے پڑی سینٹر ٹیبل پر بٹھا دیا وہ کچھ جز بز ہوئی تھی لیکن اُس نے احتجاج نہیں کیا، وہ دونوں اب بالکل آمنے سامنے تھے۔ سالار کچھ دیر کے لئے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ گول شیشوں والی عینک سے اُسے دیکھتے ہوئے وہ ہمیشہ کی طرح بے حد توجہ سے اُس کی بات سننے کی منتظر تھی...... اُس کے گھنے سیاہ بالوں میں بندھا ہوا ربن تھوڑا ڈھیلا تھا جو اُس کے کندھوں سے کچھ نیچے جانے والے بالوں کو گُدی سے لے کر سر کے بالکل درمیان تک باندھے ہوئے تھا لیکن ایک

طرف ڈھلکا ہوا تھا...... ماتھے پر آنے والے بالوں کو روکنے کے لئے رنگ برنگی ہیئر رنبز سے اُس کا سر بھرا ہوا تھا، یہ عنایہ کا کارنامہ تھا، رئیسہ کو ہیئر رنبز پسند تھے۔ سالار کو یاد بھی نہیں تھا وہ اُس کے لئے کتنے رنبز خرید چکا تھا لیکن ہر روز بدلے جانے والے کپڑوں کے ساتھ میچنگ رنبز دیکھ کر انہیں بھی اندازہ ہو جاتا تھا کہ رئیسہ اس معاملے میں خود کفیل تھی۔

سالار نے اُس کے بالوں کے ربن کی گرہ ٹھیک کی اور ہاتھ سے اُس کے بالوں کو سنوارا۔

"عنایہ نے مجھے بتایا تم اپ سیٹ ہو......" سالار نے بالآخر بات کا آغاز کیا۔ وہ یک دم بلش ہوئی۔ "نہیں...... نہیں تو۔" اُس نے گڑبڑا کر سالار سے کہا۔ سالار اُسے دیکھتا رہا، رئیسہ نے چند لمحے اُس کی آنکھوں میں دیکھنے کی کوشش کی پھر نظریں چرا لیں پھر جیسے کچھ مدافعانہ انداز میں ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

"I am not very upset.....Just a little bit." اُس نے اب سر جھکا لیا تھا۔ "And why is that?" سالار نے جواباً پوچھا۔ "Because I am very unlucky." اس نے بے حد ہلکی آواز میں کہا سالار بول ہی نہیں سکا۔ اُسے اُس سے اس جملے کی توقع نہیں تھی۔

"That's so wrong to say Raeesa." سالار سیدھا بیٹھے بیٹھے آگے کو جھک گیا، وہ اب کہنیاں اپنے گھٹنوں پر ٹکائے اس کے دونوں ہاتھ پکڑے ہوئے تھا۔ اُس کے ہاتھوں پر آنسوؤں کے قطرے گرے تھے۔ وہ سر جھکائے باپ کے سامنے بیٹھی اب رو رہی تھی۔ اُس کے گلاسز دھندلا گئے تھے۔ سالار کو تکلیف ہوئی، یہ پہلا موقع تھا اُس نے رئیسہ کو اس طرح روتے دیکھا تھا۔ عنایہ بات بات پر رو پڑنے والی تھی رئیسہ نہیں۔

"I am" وہ ہچکیوں کے درمیان کہہ رہی تھی۔ "No you are not" سالار نے اُس کے گلاسز اتارتے ہوئے انہیں میز پر رکھا اور رئیسہ کو اٹھا کر گود میں بٹھا لیا۔ وہ باپ کی گردن میں بازو ڈالے اُس کے ساتھ لپٹی ہوئی رو رہی تھی جیسے Spelling Bee آج ہی ہاری تھی۔ سالار کچھ کہے بغیر console کرنے والے انداز میں اُسے تھپکتا رہا۔

"I let you down Baba" ہچکیوں کے درمیان اُس نے رئیسہ کو کہتے سنا۔ "بالکل بھی نہیں رئیسہ...... I am very proud of you" سالار نے اُسے کہا امامہ بالکل اُسی لمحے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آئی تھی اور وہیں ٹھٹھک گئی تھی سالار نے ہونٹوں پر انگلی کے اشارے سے اُسے خاموش رہنے کا کہا تھا۔

"میں نے اتنی محنت کی تھی لیکن میں کبھی جیت نہیں سکتی کیوں کہ میں lucky نہیں ہوں۔" جبریل بھائی اور عنایہ آپی کی طرح کچھ بھی وہ اُس کے سینے میں منہ چھپائے اپنے دل کی بھڑاس نکال رہی تھی۔ سالار کی طرح امامہ کو بھی عجیب تکلیف ہوئی تھی اُس کی اس بات سے۔ وہ صوفہ پر آ کر سالار کے برابر بیٹھ گئی تھی۔ کافی کا مگ اُس نے ٹیبل پر رکھ دیا جو وہ سالار کو دینے آئی تھی۔ یہ سالار نہیں تھا امامہ تھی جس نے رئیسہ پر جان ماری تھی اُس کی learning disabilities دور کرنے کے لئے...... اُسے بولنا اور درست بولنا سکھانے کے لئے۔ اُسے پڑھنا لکھنا سکھانے کے لئے...... سالار نے صرف اُسے adopt کیا تھا، امامہ نے اُس کی زندگی بدل دی تھی اور اُس کا خیال تھا اب سب

کچھ ٹھیک تھا۔ لیکن وہ فرق جو وہ اپنے آپ میں اور اُن تینوں میں دیکھ رہی تھی اُس نے ان دونوں کو ہی پریشان کیا تھا۔

وہ رونے دھونے کے بعد اب خاموش ہو گئی تھی، سالار نے اُسے خود سے الگ کرتے ہوئے کہا۔

"Enough?" رئیسہ نے گیلے چہرے کے ساتھ سر ہلایا۔ اُس کے بال ایک بار پھر بے ترتیب تھے۔ ربن ایک بار پھر ڈھیلا ہو چکا تھا۔ سالار سے الگ ہوتے ہوئے اُس نے امامہ کو دیکھا تھا اور جیسے کچھ اور نادم ہوئی۔ سالار نے اُسے ایک بار پھر ٹیبل پر بٹھا دیا۔

"تمہیں کیوں لگتا ہے وہ تینوں lucky ہیں اور تم نہیں؟" سالار نے اُسے بٹھانے کے بعد اُس کے گیلے گلاسز اُٹھا کر ٹشو سے اس کے شیشے رگڑتے ہوئے اُس سے پوچھا۔

"کیوں کہ وہ جس چیز میں حصہ لیتے ہیں جیت جاتے ہیں، میں نہیں جیتتی۔" وہ ایک بار پھر رنجیدہ ہوئی۔ "وہ ایگزامز میں مجھ سے زیادہ اچھے گریڈز لیتے ہیں، میں کبھی اے پلس نہیں لے سکتی۔ میں کوئی بھی ایسا کام نہیں کر سکتی جو وہ نہیں کر سکتے لیکن وہ بہت سے ایسے کام کر سکتے ہیں جو میں نہیں کر سکتی۔" آٹھ سال کی وہ بچی above average تھی لیکن اُس کا تجزیہ excellent تھا۔

"دنیا میں صرف ہر مقابلہ جیتنے والے lucky نہیں ہوتے...... سب کچھ کر جانے والے lucky نہیں ہوتے...... Lucky وہ ہوتے ہیں جنہیں یہ پتہ چل جائے کہ وہ کس کام میں اچھے ہیں اور پھر وہ اُس کام میں excel کریں اور فالتو کاموں میں اپنی energy ضائع نہ کریں۔" وہ اب اسے سمجھا رہا تھا رئیسہ کے آنسو تھم چکے تھے وہ اب باپ کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

You have done exceptionally well...... لیکن بس تم spelling bee میں اتنا ہی اچھا پرفارم کر سکتی تھی وہاں کچھ بچے ایسے ہوں گے جو تم سے زیادہ اچھے تھے اور انہوں نے تمہیں ہرا دیا...... لیکن اُن درجنوں بچوں کا سوچو جنہیں تم ہرا کر فائنل راؤنڈ میں پہنچی تھی، کیا وہ بھی unlucky ہیں...... وہ کیا یہ سوچ لیں کہ وہ ہمیشہ ہارتے رہیں گے؟" سالار اُس سے پوچھ رہا تھا رئیسہ نے بے اختیار سرنفی میں ہلایا۔

"حمین، جبریل اور عنایہ کبھی سپورٹس میں اتنے exceptional نہیں رہے جتنے بہت سے دوسرے بچے ہیں...... اس لئے یہ مت کہو وہ سب کر سکتے ہیں۔" اس بار امامہ نے اُسے سمجھایا، رئیسہ نے سر ہلایا۔ بات ٹھیک تھی، وہ سپورٹس میں اچھے تھے لیکن وہ سپورٹس میں اپنے سکولز کے سب سے نمایاں سٹوڈنٹس نہیں تھے۔

"تمہیں اب یہ دیکھنا ہے کہ تم کس چیز میں بہت اچھا کر سکتی ہو اور پھر تمہیں اُسی چیز میں دل لگا کر کام کرنا ہے۔ کوئی بھی کام اس لئے نہیں کرنا کہ وہ جبریل، حمین اور عنایہ کر رہے ہیں۔" سالار نے بے حد سنجیدگی سے کہا تھا۔

"یہ ضروری نہیں ہوتا کہ صرف اے پلس والا ہی زندگی میں بڑے کام کرے گا...... بڑا کام اور کامیابی تو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ تم دعا کیا کرو کہ اللہ تم سے بہت بڑے کام کروائے اور تمہیں بہت کامیابی دے۔" رئیسہ نے اُن گلاسز کو ٹھیک کیا جو سالار نے اُسے لگائے تھے۔

"تم رئیسہ ہو تم حمین، جبریل اور عنایہ نہیں ہو...... اور ہاں تم اُن سے الگ that's the best thing...... الگ ہونا بہت اچھی چیز ہوتا ہے رئیسہ...... اور زندگی spelling bee کا ایک مقابلہ نہیں ہوتا جس میں کچھ لفظ spell کر کے ٹائٹل جیتنے کے بعد ہم خود کو lucky اور نہ

جیتنے پر unlucky سمجھیں......'' وہ اب اُس کا ربن دوبارہ باندھ رہا تھا بال ٹھیک کرتے ہوئے۔

''زندگی میں words کو spell کرنے کے علاوہ بھی بہت ساری skills چاہیے......ایک دو نہیں.....50-100......اور تمہارے پاس بہت ساری skills ہیں......اور بھی آئیں گی...You will shine like a star......جس جگہ بھی جاؤ گی، جو بھی کرو گی......''

رئیسہ کی آنکھیں، چہرہ اور ہونٹ بیک وقت چمکے تھے۔

''اور پتہ ہے صحیح معنوں میں lucky کون ہوتا ہے؟ وہ جس کی اچھائی اور اخلاق لوگوں کو اُسے یاد رکھنے پر مجبور کردے اور تم میری بہت اچھی اور بہت اخلاق والی lucky بیٹی ہو۔'' وہ اب ٹیبل سے اُتر کر باپ کے گلے لگی تھی، جیسے اُسے سمجھ آ گئی تھی کہ وہ اسے کیا سمجھانا چاہ رہا تھا۔

"Yes I am" اُس نے بڑی گرم جوشی سے سالار سے کہا اُس سے الگ ہو کر وہ امامہ کے گلے لگی......امامہ نے اُس کی ہیئر پنز نکال کر ایک بار پھر ٹھیک کیں۔

سالار نے کافی کا ایک سپ لیا اور اُسے ادھورا چھوڑ کر وہاں سے چلا گیا، اُسے تاخیر ہو رہی تھی۔

''بابا مجھ سے خفا تو نہیں ہوئے نا؟'' سالار کے جانے کے بعد رئیسہ نے امامہ سے پوچھا۔ ''نہیں خفا نہیں ہوئے لیکن تمہارے رونے سے ہمارا دل دُکھا۔'' امامہ نے جواباً کہا۔ ''I am so sorry Mummy......میں دوبارہ کبھی نہیں روؤں گی۔'' اُس نے امامہ سے وعدہ کیا، امامہ نے اُسے تھپکا۔

''تم میری بہادر بیٹی ہو......عنایہ آپی کی طرح بات بات پر رونے والی تو نہیں......'' رئیسہ نے پر جوش انداز میں سر ہلایا، اُس کے ماں باپ اُسے سب سے زیادہ بہادر اور اخلاق والا سمجھتے تھے اور یہ اُسے پتہ ہی نہیں تھا۔ وہ بات چیت آٹھ سالہ رئیسہ کے ذہن پر نقش ہو گئی تھی۔ امامہ اور سالار کو دوبارہ کبھی اُس کو ایسی کسی بات پر سمجھانا نہیں پڑا تھا۔ اُسے اب یہ طے کرنا تھا کہ وہ کس کام میں اچھی تھی کس کام میں excel کر سکتی تھی۔ اُس کے باپ نے اُسے کہا تھا lucky وہ تھا جو یہ بوجھ لیتا اور پھر اپنی energy کسی اور چیز میں ضائع کرنے کے بجائے اسی ایک چیز میں لگاتا۔ رئیسہ بھی lucky کی اس نئی تعریف پر پورا اُترنے کی جدوجہد میں مصروف تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

حمین سکندر کا انتخاب MIT کے SPLASH پروگرام میں ہو گیا تھا۔ وہ اپنے سکول کے اس پروگرام کے لئے منتخب ہونے والا پہلا اور واحد بچہ تھا۔ اس پروگرام کے تحت MIT ہر سال غیر معمولی ذہانت کے حامل کچھ بچوں کو دنیا کی اُس ممتاز ترین یونیورسٹی میں چند ہفتے گزارنے اور وہاں پڑھانے والے دُنیا کے قابل ترین اساتذہ سے سیکھنے کا موقع دیتی۔ یہ بہترین دماغوں کو بے حد کم عمری میں ہی کھوجنے، پرکھنے اور چننے کا MIT کا اپنا ایک عمل تھا۔

امامہ اور سالار کے لئے حمین سکندر کے سکول کی طرح یہ بے حد اعزاز کی بات تھی لیکن اس کے باوجود وہ یہ جاننے پر کہ حمین سکندر کا انتخاب ہو گیا تھا فکر مند ہوئے تھے۔ وہ جبریل سکندر کو تن تنہا کہیں بھی بھیج سکتے تھے لیکن حمین کو اکیلے اس عمر میں اتنے ہفتوں کے لئے کہیں بھیجنا ان

کے لئے بے حد مشکل فیصلہ تھا۔ خاص طور پر امامہ کے لئے جو اُس دس سال کے بچے کو خود سے الگ کر کے اس طرح اکیلے بھیجنے پر بالکل تیار نہیں تھی لیکن یہ سکول کا اصرار اور جبرئیل کی ضد تھی جس نے اُسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

''ہم ان کی قسمت کو کنٹرول نہیں کر سکتے..... کل کیا ہونا ہے..... کس طرح ہونا ہے..... کوئی چیز ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے تو میں مستقبل کے خوف کی وجہ سے انہیں گھر میں قید نہیں کروں گا کہ دنیا انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔'' سالار نے واضح طور پر اُسے کہا تھا۔

''اُسے جانے دو..... دیکھنے اور کھوجنے دو دنیا کو..... ہماری تربیت اچھی ہو گی تو کچھ نہیں ہو گا اسے۔'' اُس نے امامہ کو تسلی دی اور وہ بھاری دل سے مان گئی تھی۔

جبرئیل سکندر ساڑھے دس سال کی عمر میں پہلی بار MIT کی دنیا کھوجنے گیا تھا..... ایک عجیب تجسس اور جوش و خروش کے ساتھ۔ MIT سے زیادہ اُسے اس بات پر ایکسائٹمنٹ ہو رہی تھی کہ وہ کہیں اکیلا جا رہا تھا..... کسی بڑے کی طرح۔

اُسے گھر سے بھیجتے ہوئے اُن سب کا خیال تھا وہ وہاں چند دن سے زیادہ نہیں رہ پائے گا..... ایڈجسٹ نہیں ہو گا..... Home sick ہو جائے گا..... اور واپس آنے کی ضد کرے گا..... اُن کی توقعات بالکل غلط ثابت ہوئی تھیں ایسا بالکل نہیں ہوا تھا۔ جبرئیل سکندر وقتی طور پر ہی سہی لیکن وہاں جا کر وہ سب کچھ بھول گیا تھا..... وہ ''دُنیا'' تھی اور ''دُنیا'' نے اس ساڑھے دس سال کے بچے کو بری طرح fascinate کیا تھا..... اُس دنیا میں ذہانت واحد شناختی علامت تھی اور وہ بے حد ذہین تھا۔ وہاں سے واپس آتے ہوئے وہ اپنے ماں باپ کے لئے یہ خوش خبری بھی لایا تھا کہ وہ SPLASH میں آنے والا دنیا کا ذہین ترین دماغ قرار دیا گیا تھا..... 150 کی ذہانت رکھنے والے صرف چند بچوں میں سے ایک..... جنہوں نے اس پروگرام کو اس شناخت کے ساتھ اٹینڈ کیا تھا..... اور اپنی صلاحیتوں کے حساب سے اُن بچوں میں سرفہرست..... جبرئیل سکندر کو نہ صرف اُس کی ذہنی صلاحیتوں کی وجہ سے سنگل آؤٹ کیا گیا تھا بلکہ MIT نے اُسے اُن بچوں میں بھی سر فہرست رکھا تھا جن کی پرورش MIT مستقبل کے ذہین ترین دماغوں کی کھوج کے پروگرام کے تحت کرنا چاہتی تھی..... اور جبرئیل بے حد خوش تھا اس سب کے اغراض و مقاصد سے پوری طرح باخبر نہ ہونے کے باوجود وہ صرف اسی بات پر خوش تھا کہ اُسے اب بار بار MIT میں جانے کے مواقع ملنے والے تھے کیوں کہ اُس ادارے نے کچھ منتخب بچوں کے لئے ہر سال MIT کے کچھ پروگرامز میں شرکت اوپن کر دی تھی یہ اُن بچوں کی ذہانت کو ایک tribute تھا privilage تھی۔

''مجھے ہر سال وہاں جانا ہے۔'' اس نے گھر آتے ہی کھانے پر ماں باپ کو اطلاع دی تھی جنہوں نے اُس کی بات کو زیادہ توجہ سے نہیں سنا تھا اگر کسی چیز پر سالار سکندر نے غور کیا تھا تو وہ یہ تھی کہ وہ اتنے دن اُن سے الگ رہنے کے باوجود بے حد خوش اور مطمئن تھا۔

''نہیں میں نے کسی کو miss نہیں کیا..... میں نے وہاں بہت انجوائے کیا۔'' اُس نے اپنی ازلی صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے امامہ کی ایک بات کے جواب میں اعلان کیا تھا اور وہ دونوں اسے دیکھ کر رہ گئے تھے۔ وہ بڑا ہوتا اور ایسی بات کرتا تو وہ زیادہ غور نہ کرتے لیکن وہ ایک بچہ تھا اور اگر کسی جگہ کے ماحول میں اس قدر مگن ہو گیا تھا کہ اسے اپنی فیملی بھی بھول گئی تھی اور وہ اپنے گھر اور گھر والوں سے strong bonding ہونے کے باوجود انہیں بھول گیا تھا تو یہ کوئی بڑی حوصلہ افزا بات نہیں تھی اُن دونوں کے لئے۔

"آپ کو پتہ ہے بابا مجھے اگلے سال ڈھیر ساری privilages ملیں گی جب میں وہاں جاؤں گا پھر اُس سے اگلے سال اُس سے بھی زیادہ...... پھر اُس سے اگلے سال اُس سے بھی زیادہ۔" وہ بے حد ایکسائٹمنٹ سے اُن دونوں کو بتا رہا تھا جیسے وہ یہ پلان خود ہی کر کے آیا تھا کہ اُسے اب وہاں ہر سال جانا تھا۔

"آپ کو پتہ ہے میں MIT کے کسی بھی summer program کے لئے اپلائی کروں تو مجھے enrol کر لیں گے وہ اور مجھ سے کوئی فیس نہیں لیں گے بلکہ مجھے وہاں سب کچھ فری ملے گا۔" اُس کا خیال تھا اُس کے ماں باپ اس خبر پر اُس کی طرح ایکسائیٹڈ ہو جائیں گے...... وہ ایکسائیٹڈ نہیں ہوئے تھے، وہ سوچ میں پڑ گئے تھے......

"تو بابا آپ مجھے ہر سال وہاں بھیجا کریں گے نا؟" اس نے بالآخر سالار سے کہا۔ وہ جیسے آتے ہی جانے کی یقین دہانی چاہتی تھا۔

"اگلا سال بہت دور ہے جبریل...... جب اگلا سال آئے گا تو دیکھا جائے گا۔" سالار نے گول مول انداز میں اُس کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن ہمیں پلاننگ تو ابھی سے کرنی چاہیے نا۔" وہ جبریل کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔ وہ پہلی بار کام کو پلان کرنے کی بات کر رہا تھا، یہ اُس ننھے ذہن پر MIT کا پہلا اثر تھا۔

"میں نے سوچا ہے میں MIT سے ہی پڑھوں گا۔" اس نے جیسے باپ کو بتایا تھا۔ "بہت زیادہ" وہ دونوں اُس کی بات سے محظوظ ہوئے وہاں جانے سے پہلے تک وہ تعلیم میں دلچسپی نہ رکھنے کا اعلان کرتا رہتا تھا اور اُس کو یقین تھا دُنیا کا بڑا انسان وہ ہوتا ہے جو صرف ہائی سکول تک پڑھے اور بس...... اور وہ چوں کہ خود بھی ایک بڑا انسان بننا چاہتا تھا تو وہ بھی صرف ہائی سکول تک ہی پڑھنا چاہتا تھا۔

"اور اُس کے بعد؟" سالار نے اُس سے پوچھا۔ "اُس کے بعد میں نوبل جیتوں گا۔" اُس نے بے حد اطمینان سے کہا تھا یوں جیسے وہ spelling bee کی بات کر رہا ہو۔ وہ دونوں اس کا چہرہ دیکھ کر رہ گئے۔

ـــــــــــ

"آپ کیا ڈھونڈ رہے ہیں پاپا؟" سالار نے بے حد نرمی سے سکندر عثمان سے پوچھا تھا وہ دو گھنٹے سے اُن کے پاس بیٹھا باتیں کرنے سے زیادہ اُن کی باتیں سن رہا تھا ان کی گفتگو میں اب الزائمر جھلکنے لگا تھا...... وہ جملوں کے درمیان رک کر کسی لفظ کو یاد نہ آنے پر گڑبڑاتے اُلجھتے...... جھلاتے...... اور بھول جاتے...... اور پھر وہ بات کرتے کرتے اٹھ کر کمرے میں اِدھر اُدھر جاتے ہوئے چیزیں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے تھے یوں جیسے انہیں کسی چیز کی تلاش تھی۔ سالار نے انہیں بالآخر ٹوک کر پوچھ ہی لیا تھا۔

"یہیں رکھا تھا۔" انہوں نے سالار کے جواب میں کہا، وہ اپنے بیڈ کے سائیڈ ٹیبل کے پاس کھڑے تھے۔ سالار بہت دور صوفہ پر بیٹھا ہوا تھا۔

"کیا؟" سالار نے کریدا۔ "ایک سگار باکس کامران نے بھیجا تھا وہی دکھانا چاہتا تھا تمہیں۔" انہوں نے بے حد ایکسائیٹڈ انداز میں کہا اور ایک بار پھر تلاش شروع کر دی۔ سگار باکس چھوٹی چیز نہیں تھا وہ اس کے باوجود اُسے تکیے اٹھا اٹھا کر ڈھونڈ رہے تھے۔ پتہ نہیں اُس وقت ان

کے ذہن میں ڈھونڈنے والی چیز کی کوئی شکل بھی تھی یا نہیں۔ وہ الزائمر کے اُس مریض کو پہلی بار اس حالت میں مرض کے اثرات کے ساتھ دیکھ رہا تھا...... جو اُس کا باپ تھا۔

"شاید ملازم نے کہیں رکھا ہے...... میں اُسے بلاتا ہوں۔" انہوں نے بالآخر تھک کے کہا تھا۔ وہ اب واپس سالار کے پاس آ کر بیٹھ گئے تھے اور انہوں نے اُسے آوازیں دینا شروع کردیں۔ سالار نے اُنہیں ٹوکا۔

"پاپا انٹرکام ہے اس کے ذریعہ بلائیں۔" سالار نے سائیڈ ٹیبل پر پڑا انٹرکام کا ریسیور اٹھاتے ہوئے باپ سے کہا۔

"اس سے وہ نہیں آتا۔" انہوں نے جواباً کہا اور دوبارہ اُسے آوازیں لگانے لگے وہ ایک ہی سانس میں جیسے آوازیں دے رہے تھے اُن کے گھر اس وقت وہ ملازم موجود نہیں تھا، وہ چھٹی پر تھا اور سالار یہ جانتا تھا۔ وہ اُن اک پرانا ملازم تھا، اُسے لگا اُسے باپ کی مدد کرنی چاہیے۔ ملازم کو خود بلانا چاہیے۔

"نمبر بتادیں میں بلاتا ہوں اُسے۔" سالار نے سکندر عثمان کو ایک بار پھر ٹوکا تھا۔ "نمبر نہیں پتہ، ٹھہرو میں فون سے دیتا ہوں تمہیں۔" انہوں نے اُس کی بات کے جواب میں کہا تھا اور پھر رُکے بغیر اپنی جیبیں ٹٹولنے لگے...... سالار عجیب کیفیت میں انٹرکام کا ریسیور ہاتھ میں لئے بیٹھا رہا...... وہ سیل فون جسے اُس کا باپ تلاش کررہا تھا وہ سامنے میز پر پڑا تھا...... وہ اُس سے انٹرکام کے نمبر کو، اپنے سیل فون کی یادداشت میں ڈھونڈنا چاہتا تھا...... اور وہ انٹرکام پر اُس ملازم کا ایک حرفی نمبر یاد نہیں رکھ پاتا تھا...... وہ الزائمر کے جن کے ہاتھوں اپنے باپ کو زیر ہوتے دیکھ رہا تھا، تکلیف بڑا چھوٹا لفظ تھا اس کیفیت کے لئے جو اُس نے محسوس کی تھی۔ وہ بہت عرصے کے بعد امامہ اور بچوں کے ساتھ دو ہفتے کے لئے پاکستان آیا تھا۔ طیبہ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اور سالار اور اُس کی ملاقات کئی مہینوں سے نہیں ہوئی تھی اور اب وہ طیبہ کے ہی بے حد اصرار پر بالآخر پاکستان آیا تھا اپنی فیملی کے ساتھ تو اپنے والدین کی حالت کو دیکھ کر بہت اپ سیٹ ہوا تھا۔ خاص طور پر سکندر عثمان کو دیکھ کر۔

اُس نے اُنہیں ہمیشہ بے حد صحت مند اور چاق و چوبند دیکھا تھا۔ وہ ایک مشین کی طرح کام کرتے رہے تھے ساری زندگی...... اور کام اُن کی زندگی کی سب سے پسندیدہ تفریح تھی اور اب وہ بڑی حد تک گھر تک محدود ہو گئے تھے۔ گھر میں سکندر عثمان اور نوکروں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

اسلام آباد میں ہی مقیم سالار کا بڑا بھائی اپنی فیملی کے ساتھ اپنے گھر میں رہتا تھا۔ وہ سکندر عثمان اور طیبہ کو اپنے ساتھ تو رکھنے پر تیار تھا لیکن وہ اُس کے بیوی بچے سکندر عثمان کے اس پرانے گھر میں شفٹ ہونے پر تیار نہیں تھے اور طیبہ اور سکندر عثمان اپنا گھر چھوڑ کر بیٹے کے گھر نہیں جانا چاہتے تھے۔ سالار سمیت سکندر کے تینوں بیٹے بیرون ملک تھے بیٹی کراچی...... وہ گھر جو کسی زمانے میں افرادِ خانہ کی چہل پہل سے گونجتا تھا اب خالی ہو چکا تھا۔

سالار پہلی بار سکندر عثمان کی بیماری کے انکشاف پر بھی بے حد اپ سیٹ ہوا تھا۔ وہ انکشاف اُس پر اُس کی سرجری کے کئی مہینوں بعد ہوا تھا اور وہ بھی بے حد اتفاقی انداز میں جب سکندر عثمان اپنے ایک طبی معائنے کے لئے امریکہ گئے تھے اور سالار کو اُن کی بیماری کی تفصیلات کا پتہ چلا

تھا۔

"آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟" اُس نے سکندر عثمان سے شکایت کی تھی انہوں نے جواباً لاپروا انداز میں ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"کیا بتاتا یار...... مجھے اپنی بیماری سے زیادہ تمہاری بیماری کا دُکھ ہے...... میں 70 کا ہو چکا ہوں...... کوئی بیماری ہو نہ ہو کتنا جیوں گا میں؟ اور اس عمر میں الزائمر کے بغیر بھی کچھ یاد نہیں رہتا انسان کو۔" وہ اپنی بیماری کو معمول بنا کر پیش کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ایسے جیسے یہ کوئی چیز ہی نہیں تھی۔

اور اب وہی بیماری اُس کے سامنے اُس کے باپ کی یادداشت کو گھن کی طرح کھانے لگی تھی۔

زندگی عجیب شے ہے، انسان اس کے طویل ہونے کی دعا بھی کرتا ہے اور اس کی طوالت کے اثرات سے ڈرتا بھی ہے۔

سکندر عثمان ابھی تک سیل فون ڈھونڈتے جا رہے تھے...... سالار نے فون اُٹھا کر اپنے باپ کے ہاتھ میں دے دیا۔

"اوہ...... اچھا...... ہاں...... یہ رہا......" انہوں نے فون ہاتھ میں لیا پھر سوچنے لگے تھے کس لیے لیا تھا۔

"یہ فون کس لیے دیا ہے تم نے......؟ میں نے مانگا تھا کیا؟" وہ اب اُس سے پوچھ رہے تھے، کوئی چیز سالار کے حلق میں گولہ بن کر پھنسی۔

"نہیں...... بس میں دینا چاہ رہا تھا آپ کو۔" وہ کہتے ہوئے یک دم اُٹھ گیا۔ وہ باپ کے سامنے رونا نہیں چاہتا تھا۔

"تم اتنی جلدی جا رہے ہو...... کیا اور نہیں بیٹھو گے؟" وہ جیسے مایوس ہوئے تھے۔ "بیٹھوں گا...... تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔" وہ اُن سے نظریں چراتا بھرائی آواز میں کہتا ہوا وہاں سے نکل گیا تھا۔

اپنے بیڈروم سے متصل باتھ روم میں باتھ ٹب کے کنارے بیٹھا وہ خود پر قابو نہیں رکھ سکا تھا۔ وہ سکندر عثمان سے بے حد قریب تھا اور یہ قربت آج عجیب طرح سے اذیت دے رہی تھی اُسے۔ وہ اپنی زندگی کے ہنگاموں میں اتنا مصروف رہا تھا کہ اُس نے سکندر عثمان کی بگڑتی ہوئی ذہنی حالت کو نوٹس ہی نہیں کیا تھا...... نوٹس تو تب کرتا جب وہ اُس سے باقاعدگی سے مل پاتا۔ SIF اُسے گرداب کی طرح الجھائے ہوئے تھا اُس کے پروجیکٹس نے اب اس کے پیروں کو پروں میں تبدیل کر دیا تھا...... وہ سفر میں رہتا تھا...... چار پانچ سال میں SIF دنیا کی بڑی فنانشل مارکیٹس میں ایک شناخت بنا رہا تھا...... بے حد منفرد انداز میں تیز رفتار ترقی کے ساتھ...... کام کی اس رفتار نے اُسے بہت سی چیزوں سے بے خبر بھی کیا تھا...... وہاں بیٹھے ہوئے اُس نے اعتراف کیا تھا اور اب وہ حل ڈھونڈ رہا تھا اور حل ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل رہا تھا۔

وہ دونوں اُن کے ساتھ مستقل امریکہ شفٹ ہونے پر کبھی تیار نہیں ہوتے، سالار کو اس کا اندازہ تھا اور امریکہ چھوڑ کر اُن کے پاس مستقل آجانا سالار کے لئے ممکن نہیں تھا...... اس کے باوجود حل سامنے تھا...... بے حد مشکل تھا لیکن موجود تھا۔

***

"امامہ تم بچوں کے ساتھ پاکستان شفٹ ہو جاؤ۔" اُس رات اُس نے بالآخر انتظار کیے بغیر وہ حل امامہ کے سامنے پیش کر دیا تھا۔ امامہ کو اس کی بات سمجھ میں ہی نہیں آئی تھی۔

"کیا مطلب؟" "میں چاہتا ہوں تم حمین، عنایہ اور رئیسہ کے ساتھ پاکستان آجاؤ...... میرے پیرنٹس کو میری ضرورت ہے میں اُن کے پاس

نہیں ٹھہر سکتا لیکن میں انہیں اس حالت میں اکیلا بھی نہیں چھوڑ سکتا..... تم نے دیکھا ہے پاپا کو......" وہ بے حد رنجیدہ تھا۔
"ہم انہیں اپنے پاس رکھ سکتے ہیں وہاں امریکہ میں......" امامہ نے جیسے ایک تجویز پیش کرنے کی کوشش کی تھی۔
"وہ یہ گھر نہیں چھوڑیں گے اور میں اس عمر میں انہیں اپ سیٹ کرنا نہیں چاہتا۔ تم لوگ یہاں شفٹ ہو جاؤ...... میں آتا جاتا رہوں گا...... جبریل ویسے بھی یونیورسٹی میں ہے، اُسے گھر کی ضرورت نہیں ہے اور میں تو امریکہ میں بھی سفر ہی کرتا رہتا ہوں زیادہ...... مجھے وہاں فیملی کے ہونے نہ ہونے سے زیادہ فرق نہیں پڑتا۔" وہ اُس سے نظریں ملائے بغیر کہہ رہا تھا۔ امامہ اُس کا چہرہ دیکھتی رہی وہ سب کچھ اس طرح آسان بنا کر پیش کر رہا تھا جیسے یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا...... دو منٹوں کا کام تھا جو کیا جا سکتا تھا۔
"تمہارے اپنے پیرنٹس بھی ہیں یہاں...... وہ بھی بہت بوڑھے ہیں...... تم یہاں رہو گی تو ان سب کی دیکھ بھال کر سکو گی......" وہ اُس سے کہہ رہا تھا۔ امامہ نے کچھ خفگی سے اُس سے کہا۔
"تم یہ سب میرے پیرنٹس کے لئے نہیں کر رہے سالار...... اس لئے ان کا حوالہ نہ دو۔"
"تم اُن کے پاس رہنا نہیں چاہتی کیا؟" سالار نے جواباً اس سے کہا جیسے ایموشنل بلیک میل کرنے کی کوشش کی۔
"تم ان کے بارے میں فکر مند نہیں ہوتی کیا؟ انہیں اس عمر میں دیکھ بھال کی ضرورت ہوگی...... کوئی 24 گھنٹے ساتھ نہ رہے چند گھنٹے ہی رہے لیکن حال چال پوچھنے والا ہو۔" وہ کہہ رہا تھا۔ اپنے پیرنٹس کی بات کرنے سے زیادہ اُس کے پیرنٹس کی بات کر رہا تھا۔ امامہ کو بُرا لگا...... اُسے اس جذباتی بلیک میلنگ کی ضرورت نہیں تھی۔
"سالار اتنے سالوں میں کبھی پہلے تم نے میرے پیرنٹس کی دیکھ بھال کو ایشو بنا کر مجھے پاکستان میں رکھنے کی بات نہیں کی...... آج بھی اُن کو ایشو نہ بناؤ۔" وہ کہے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔
"ہاں نہیں کی تھی کیوں کہ آج سے پہلے میں نے کبھی اپنے پیرنٹس کا یہ حال بھی نہیں دیکھا تھا۔" اُس نے جواباً کہا وہ قائل نہیں ہوئی۔
"مجھے جذباتی طور پر بلیک میل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اُس نے اسی انداز میں کہا تھا۔
"تم ان کے پاس رہنا نہیں چاہتی؟ یہاں میرے گھر پر؟" سالار نے دوٹوک انداز میں اُس سے پوچھا۔ "میں تمہارے ساتھ بھی رہنا چاہتی ہوں۔" اُس نے جواباً کہا۔ سالار نے اُس سے نظریں چُرا لیں۔ "اُن سب کو تمہاری ضرورت ہے امامہ۔" "اور تم؟ تمہیں میری ضرورت نہیں ہے؟" امامہ نے گلہ کیا تھا "ان سب کے پاس زندگی کے زیادہ سال نہیں ہیں...... میں یہ بوجھ اپنے ضمیر پر نہیں لینا چاہتا کہ میں نے زندگی کے آخری سالوں میں اپنے ماں باپ کی پروا نہیں کی۔" وہ کہہ رہا تھا وہ اُس سے کہہ نہیں سکی وہ اُس کے ساتھ بھی تو اسی لئے چپکی رہنا چاہتی تھی اُسے بھی تو اُس کی زندگی کا پتہ نہیں تھا...... ڈاکٹرز نے کہا تھا 7-5 سال...... زیادہ سے زیادہ دس سال...... اور وہ اُسے اُس سے بھی پہلے اپنے سے الگ کر رہا تھا۔ وہ یہ ساری باتیں سوچنا ہی نہیں چاہتی تھی۔ زندگی کے کسی بھیانک خواب کے بارے میں...... مستقبل کے بُرے دنوں کے بارے میں...... وہ فی الحال صرف حال کے بارے میں سوچنا چاہتی تھی...... جو سامنے تھا...... جو آج تھا...... وہ اُسی میں جینا چاہتی تھی۔

"تمہیں میری ضرورت ہے سالار...... اکیلے تم کیسے رہو گے؟" وہ اُس سے کہہ رہی تھی۔ "میں رہ لوں گا امامہ...... تم جانتی ہو میں کام میں مصروف رہتا ہوں تو مجھے سب کچھ بھول جاتا ہے۔" یہ سچ تھا لیکن اُس کو نہیں کہنا چاہیے تھا۔ امامہ ہرٹ ہوئی تھی وہ کچھ بول نہیں سکی اُس کی آنکھیں آنسوؤں سے پل میں بھر گئی تھیں۔ سالار اُس کے برابر صوفہ پر بیٹھا تھا اُس نے امامہ سے نظریں چُرانے کی کوشش کی تھی نہیں چرا سکا۔

"زندگی میں انسان صرف اپنی ضرورتوں کے بارے میں سوچتا رہے تو خود غرض ہو جاتا ہے۔" اُس نے امامہ کو جیسے وضاحت ایک فلاسفی میں لپیٹ کر پیش کرنے کی کوشش کی تھی۔ امامہ قائل نہیں ہوئی۔

"مجھے پتہ ہے تمہیں ضرورت نہیں ہے...... نہ میری نہ بچوں کی...... تمہارے لئے کام کافی ہے...... کام تمہاری فیملی ہے تمہاری تفریح بھی...... لیکن میری زندگی میں تمہارے اور بچوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے...... میرا کام اور تفریح صرف تم لوگ ہو۔" اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں گلہ بھی کیا اُس کی بے حسی بھی بتائی اپنی مجبوری بھی سنائی۔

"تم یہ نہیں سوچتے کہ تم بھی انڈر ٹریٹمنٹ ہو تمہیں بھی کسی خیال رکھنے والے کی ضرورت ہے۔" وہ جیسے اُسے یاد دلا رہی تھی بیماری کا نام لئے بغیر کہ اُسے بھی کسی تیمار دار کی ضرورت تھی۔

"پرانی بات ہو گئی امامہ...... میں ٹھیک ہوں پانچ سال سے اس بیماری کے ساتھ زندگی گزار رہا ہوں...... کچھ نہیں ہونا مجھے۔" اُس نے جیسے امامہ کے خدشات دیوار پر پڑھ کر بھی پھونک سے انہیں اڑایا تھا۔

"میں پاپا کو اس حال میں یہاں اس طرح نہیں چھوڑ سکتا نوکروں کے سر پر...... میں حمین کو اُن کے پاس رکھنا چاہتا ہوں، لیکن میں حمین کو اکیلا یہاں نہیں رکھ سکتا اس لئے تمہاری ضرورت ہے اس گھر کو...... تم اسے request سمجھو...... خود غرضی یا پھر اصرار...... لیکن میں چاہتا ہوں تم پاکستان آ جاؤ...... یہاں اس گھر میں۔" اس نے سالار کی آواز اور آنکھوں میں رنجیدگی دیکھی تھی۔

"میرے لئے تمہارے بغیر رہنا بے حد مشکل ہے...... میں عادی ہو گیا ہوں تمہارا بچوں کا...... گھر کے آرام کا...... لیکن میرے باپ کے بے حد احسانات ہیں ہم پر...... صرف مجھ پر ہی نہیں ہم دونوں پر...... میں اپنی comfort کو اُن کی comfort کے لئے چھوڑنے کا حوصلہ رکھتا ہوں...... یہ فرض ہے مجھ پر۔" وہ جو کچھ اُس سے کہہ رہا تھا وہ مشورہ اور رائے نہیں تھی نہ ہی درخواست...... وہ فیصلہ تھا جو وہ کر چکا تھا اور اب صرف اُسے سنا رہا تھا۔

وہ اُس کا چہرہ دیکھتی رہ گئی، وہ غلط نہیں کہہ رہا تھا لیکن غلط وقت پر کہہ رہا تھا۔ وہ اس سے قربانی مانگ رہا تھا لیکن بہت بڑی مانگ رہا تھا۔ وہ کچھ بھی کہے بغیر اُس کے پاس سے اُٹھ گئی تھی۔ وہ saint نہیں تھی لیکن یہ بات سالار کو سمجھ نہیں آتی تھی۔

* * * * *

دو ہفتوں کے بعد امریکہ واپس جاتے ہوئے سالار نے سکندر عثمان کو اپنے فیصلے کے بارے میں بتایا تھا، وہ خوش نہیں ہوئے تھے۔

"نہیں بے وقوفی کی بات ہے یہ...... امامہ اور بچوں کو یہاں شفٹ کرنا......" انہوں نے فوری طور پر کہا تھا۔ "ان کی سٹڈیز کا حرج ہو گا اور

یہاں لا کیوں رہے ہو انہیں تنگ کیا بنتی ہے؟'' سالار نے انہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ اُن کے لئے کر رہا تھا یہ سب۔

''بس پاپا...... وہاں مشکل ہو رہا ہے سب کچھ manage کرنا...... مالی طور پر۔'' اُس نے باپ سے جھوٹ بولا وہ انہیں زیرِ احسان کرنا نہیں چاہتا تھا۔

''بہت زیادہ ہوتے جا رہے ہیں وہاں اخراجات...... Saving بالکل نہیں ہو رہی...... یہاں کچھ عرصہ رہیں گے تو تھوڑا بہت save کرلیں گے ہم۔'' اُس نے بے حد روانی سے سکندر عثمان سے کہا۔

''لیکن تم تو کہہ رہے تھے SIF بہت کامیاب ہے...... تمہارا پیکج بہت اچھا ہے۔'' وہ کچھ متوحش ہوئے۔

''ہاں وہ تو بہت اچھا جا رہا ہے اُس کے حوالے سے مسائل نہیں ہیں مجھے...... لیکن بس saving نہیں ہو پا رہی، پھر بچیاں بڑی ہو رہی ہیں میں چاہ رہا ہوں کچھ سال پاکستان میں رہیں اپنی ویلیوز کا پتہ ہو پھر لے جاؤں انہیں۔'' اُس نے اپنے بہانے کو کچھ اضافی سہارے دیئے۔ سکندر عثمان ابھی بھی پوری طرح قائل نہیں ہوئے تھے۔

''تم اکیلے کیسے رہو گے سالار...... تمہارا ابھی علاج ہو رہا ہے...... بیوی بچوں کے بغیر وہاں کون خیال رکھے گا تمہارا'' وہ اپنی تشویش کا اظہار کر رہے تھے۔

''میں سوچ رہا ہوں میرے پاس جو اکاؤنٹ میں کچھ رقم ہے وہ تمہیں دے دوں تاکہ تمہیں اگر کوئی فنانشل مسئلہ ہے تو......'' سالار نے اُن کی بات کاٹ دی۔

''بس پاپا...... اب نہیں......'' اس نے باپ کیا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ ''اب اور کچھ نہیں...... کتنا کریں گے آپ میرے لئے؟ مجھے بھی کچھ کرنے دیں...... احسان نہیں کر سکتا تو حق ہی ادا کرنے دیں مجھے۔'' اُس نے عجیب بے بسی سے باپ سے کہا۔

''مجھے تمہاری فکر رہے گی۔'' سالار نے ایک بار پھر اُن کی بات کاٹتے ہوئے کہا ''مجھے بھی آپ کی فکر رہتی ہے پاپا......''

''اس لئے رکھنا چاہتے ہو ان سب کو یہاں؟'' سکندر عثمان جیسے بوجھ گئے تھے۔ ''آپ جو چاہے سمجھ لیں۔'' ''میں اور طیبہ بالکل ٹھیک ہیں پرانے ملازم ہیں ہمارے پاس وفادار...... سب ٹھیک ہے تم میری وجہ سے یہ مت کرو۔'' وہ اب بھی تیار نہیں تھے، اولاد پر انہوں نے ہمیشہ احسان کیا تھا احسان لینے کی عادت ہی نہیں تھی انہیں اور وہ بھی عمر کے اس حصہ میں...... بے حد خواہش ہونے کے باوجود...... مجبور ہو جانے کے باوجود...... سکندر عثمان اولاد کو اپنی وجہ سے تکلیف میں نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔

''میں ویسے بھی سوچتا ہوں فیکٹری جایا کروں کبھی کبھار...... کام مکمل طور پر چھوڑ دیا ہے اس لئے...... زیادہ بھولنے لگا ہوں میں'' وہ اپنے الزائمر کی شکل بدل رہے تھے۔

''تمہارے بچوں اور بیوی کو تمہارے پاس رہنا چاہیے سالار...... تم زبردستی انہیں یہاں مت رکھو...... میرے اور طیبہ کے لئے بس۔'' انہوں نے جیسے سالار کو سمجھانے کی کوشش کی۔

''زبردستی نہیں رکھ رہا پاپا اُن کی مرضی سے ہی رکھ رہا ہوں...... وہ یہاں آ کر ہمیشہ خوش ہوتے رہے ہیں اب بھی خوش ہوں گے......''

اُس نے باپ کو تسلی دی تھی اُسے اندازہ بھی نہیں تھا باپ کا تجربہ کتنا درست ہونے والا تھا

☙☙☙☙☙☙☙☙☙

''میں پاکستان نہیں جاؤں گا۔'' پاکستان شفٹ ہونے کی سب سے زیادہ مخالفت حمین سکندر کی طرف سے آئی تھی اور یہ مخالفت صرف سالار کے لئے ہی نہیں امامہ کے لئے بھی خلاف توقع تھی۔ وہ ہمیشہ پاکستان جانے کے لئے ہمیشہ تیار رہتا تھا...... دادا کے ساتھ اُس کی بنتی بھی بہت تھی اور وہ دادی کا لاڈلا بھی تھا...... پاکستان میں اُسے بڑی attractions دکھتی تھیں اور اب یک بیک مستقل طور پر پاکستان جا کر رہنے پر سب سے زیادہ اعتراضات اُسی نے کیے تھے۔

''بیٹا دادا اور دادی بوڑھے ہو گئے ہیں تم نے دیکھا وہ بیمار بھی تھے...... انہیں care کی ضرورت ہے۔'' امامہ نے اُسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

''اُن کے پاس servants ہیں وہ اُن کا اچھی طرح خیال رکھ سکتے ہیں۔'' وہ بالکل قائل ہوئے بغیر بولا۔

''Servants اُن کی اچھی کیئر نہیں کر سکتے۔'' امامہ نے جواباً کہا ''آپ انہیں اولڈ ہوم بھیج دیں۔'' وہ اُس معاشرے کا بچہ تھا اُسی معاشرے کا بے رحم لیکن عملی حل بتا رہا تھا۔

''کل کو ہم بھی بوڑھے ہو جائیں گے تو تم ہمیں بھی اولڈ ہوم میں بھیج دو گے۔'' امامہ نے کچھ ناخوش ہوتے ہوئے اُس سے کہا۔

''آپ انہیں یہاں لے آئیں۔'' حمین نے ماں کی خفگی کو محسوس کیا۔

''وہ یہاں نہیں آنا چاہتے وہ اپنا گھر نہیں چھوڑنا چاہتے۔'' امامہ نے اُس سے کہا۔

''پھر ہم بھی اپنا گھر کیوں چھوڑیں؟ میں اپنا سکول کیوں چھوڑوں؟'' وہ دنیا کے دس ذہین ترین دماغوں میں سے ایک تھا...... غلط بات نہیں کہہ رہا تھا---- Rationally بات کر رہا تھا...... دماغ کا سب سے بڑا مسئلہ بھی ہوتا ہے۔ وہ عقل سے سوچتا ہے دل سے نہیں۔

''یہ ہمارا گھر نہیں ہے حمین...... کرائے کا ہے، ہم صرف یہاں رہ رہے ہیں اور جب ہم سب پاکستان چلے جائیں گے تو بابا اور جبریل اس گھر کو چھوڑ دیں گے کیوں کہ انہیں اتنے بڑے گھر کی ضرورت نہیں ہو گی...... جبریل ویسے بھی یونیورسٹی میں ہے..... تمہارے بابا نیویارک شفٹ ہونا چاہتے ہیں۔'' امامہ اُسے کہتی چلی گئی تھی۔

''جبریل پاکستان نہیں جائے گا؟'' حمین نے پوچھا۔

''نہیں تمہارے بابا اُسے اس لئے پاکستان بھیجنا نہیں چاہتے کیوں کہ وہ یونیورسٹی میں ہے اُس کی سٹڈیز متاثر ہوں گی۔'' امامہ نے اُسے سمجھایا۔

''میری بھی تو ہوں گی، مجھے بھی ہر سال MIT جانا ہے، میں کیسے جاؤں گا۔'' وہ خفا ہوا تھا اور بے چین بھی اُسے اپنا سمر پروگرام خطرے میں پڑتا دکھا تھا۔

''تم ابھی سکول میں ہو...... جبریل یونیورسٹی میں ہے..... اور پاکستان میں بہت اچھے سکولز ہیں تم cover کر لو گے سب کچھ...... جبریل

نہیں کر سکے گا اُسے آگے میڈیسن پڑھنی ہے......" امامہ اُسے logic دینے کی کوشش کر رہی تھی جو حمین کے دماغ میں نہیں بیٹھ رہی تھی۔

"That's not fair Mummy" حمین نے دوٹوک انداز میں کہا۔

"اگر جبریل پاکستان نہیں جائے گا تو میں بھی نہیں جاؤں گا...... مجھے MIT جانا ہے۔" وہ واضح طور پر بغاوت کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہے تم مت جاؤ...... میں عنایہ اور رئیسہ چلے جاتے ہیں تم یہاں رہنا اپنے بابا کے پاس......" امامہ نے یک دم اُس سے بحث کرنا بند کر دیا تھا۔

"یہ تمہارے بابا کا حکم ہے اور ہم سب اس کو مانیں گے...... تم disobey کرنا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی، میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی۔"

امامہ کہتے ہوئے وہاں سے اُٹھ کر چلی گئی تھی۔ دُنیا کے وہ دو بہترین دماغ ایک دوسرے کے بالمقابل آ گئے تھے۔

(باقی آئندہ ماہ انشاء اللہ)